www.facebook.com/masimfarooq

خطاب: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط وترتیب: مولانا محمد رضوان جیلانی، مولانا محمد طلحہ ہاشم

درس نظامی کی کتابیں کس طرح پڑھائی جائیں؟

الحمدللہ جامعہ دارالعلوم کراچی میں اساتذہ کی تربیت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔اس بارے میں مستقل اجتماعات بھی منعقد ہوتے رہتے ہیں جن میں اکابر اساتذۂ کرام نئے اساتذۂ کرام کے سامنے تدریس کے حوالے سے انتہائی مفید اور کارآمد گفتگو فرماتے رہتے ہیں۔اس سلسلے کا ایک سہ روزہ تربیتی اجتماع کافی عرصہ پہلے منعقد ہوا تھا جس میں جامعہ کے استاذ الحدیث حضرت مولانا شمس الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم، نائب رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم، کے وقیع اور گرانقدر خطابات ہوئے تھے۔یہ خطابات الحمدللہ تعلیمات کے شعبے میں محفوظ تھے۔ مناسب معلوم ہوا کہ یہ بیانات یکے بعد دیگرے البلاغ میں شائع کردیئے جائیں گذشتہ شمارے میں رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم کا خطاب ہدیۂ قارئین کیا گیا تھا، اس شمارے میں نائب رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے خطاب کی پہلی قسط پیش خدمت ہے۔-------------------(ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین امابعد!

جب مولانا عزیز الرحمٰن صاحب نے اس دورۂ تدریبیہ کی تجویز اور اس کے لئے موضوعات پیش کئے تو یہ خیال ہوا کہ ماشاء اللہ یہ کام تو بڑا وسیع ہے، لیکن جب انہوں نے یہ فرمائش کی کہ اس کے کچھ موضوعات پر مجھے بھی بیان کرنا ہوگا تو میں نے ان سے اسی وقت عرض کیا تھا کہ میں تو خود ان موضوعات پر سیکھنے کا محتاج ہوں اور واقعہ بھی یہی ہے کہ ہم عرصۂ دراز سے پڑھتے اور پڑھاتے تو چلے آرہے ہیں، لیکن کس طرح پڑھنا اور پڑھانا چاہئے؟ اور اس کے لازمی تقاضے کیا کیا ہیں؟ ان کو بطور موضوع کبھی سیکھا نہیں، اور نہ اس

www.facebook.com/masimfarooq

موضوع پر باقاعدہ کبھی پڑھنے اور غور کرنے کا اتفاق ہوا۔ بس جو ایک طریقہ چلا آرہا ہے اس کے مطابق چلتے رہتے ہیں اور پڑھا کر آجاتے ہیں، اس لئے میں خود اپنے آپ کو محتاج محسوس کرتا ہوں کہ کوئی بتائے کہ کیا کیا باتیں مدنظر رکھنی ضروری ہیں اور کن چیزوں سے اجتناب کرنا چاہیئے ۔ جو آدمی خود محتاج ہو اور خود اس کے پلے کچھ نہ ہو وہ دوسروں کو کیا بتائے اور اس موضوع پر کیا بیان کرے، لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی خیال آیا کہ یہ مجلس جو ہم منعقد کر رہے ہیں یہ کوئی رسمی قسم کے سیمینار کی طرح کی چیز نہیں، جیسا کہ آج کل رواج ہو گیا ہے، اس کا اصل مقصد تو وہی ہے جو کبھی کبھی ہم غیر رسمی طور پر آپس میں بات چیت کیا کرتے تھے، تو باہم بیٹھ جانے اور بیٹھ کر اپنے مقاصد کا مذاکرہ کرنے سے ایک دوسرے کو فائدہ پہنچتا ہے، نہ سہی فنی اور موضوعی اعتبار سے اس موضوع کی مہارت اور اس کی معرفت، لیکن ان شاء اللہ یہ فائدہ بہر صورت حاصل ہوگا کہ تذکیر اور مذاکرہ ہوگا اور اس کے نتیجے میں کیا بعید ہے کہ اللہ تبارک وتعالی ہمارے دل میں کوئی مفید بات پیدا فرمادیں اور ہمارے آئندہ طرز عمل میں اس کی جھلک اور اس کا عکس پیدا ہو جائے، اس لئے باوجود اپنی نااہلی اور لاعلمی کے اس موضوع پر بیان کرنا منظور کر لیا تھا کہ ان شاء اللہ حاضر جاؤں گا۔

علماء نے تعلیم تو علم کو باقاعدہ موضوع بنایا

آج کل کے ماحول میں تعلیم وتربیت یہ بذات خود ایک مستقل علم اور فن بن چکا ہے، اس کا آغاز تو درحقیقت ہمارے ہی حضرات نے کیا تھا جس علم کو آج تعلیم یا ایجوکیشن کہتے ہیں اگر اس کا بنیادی ماخذ تلاش کیا جائے اور اس کی تاریخ پر تحقیق کی جائے تو شاید یہ بات صحیح ہوگی کہ اس کو باقاعدہ موضوع بنانے والے درحقیقت علماء اسلام ہی ہیں، انہوں نے ہی اس کو ایک باقاعدہ موضوع بنایا اس کے آداب، اس کے طریقے اور اس کے مناھج لوگوں کو واضح طور پر بتائے ،اس پر کتابیں تالیف کیں، کم ازکم میرے علم میں نہیں ہے کہ ان علمائے کرام سے پہلے تعلیم اور تربیت کے موضوع پر کسی اور نے کتابیں لکھی ہوں۔

تعلیم کے موضوع پر کتابیں

میرے علم کے مطابق سب سے پہلے اس موضوع پر ہمارے اسلاف میں سے چار بزرگوں نے کتابیں تالیف فرمائیں جو بڑی ہی نافع اور نہایت ہی مفید ہیں اور میرا خیال تھا کہ اگر حاضری سے پہلے موقع

www.facebook.com/masimfarooq

ملا تو ایک مرتبہ ان کتابوں پر بھی نظر ڈال لوں گا، لیکن مختلف مصروفیات کی وجہ سے ذہن سے نکل گیا اور اس کا موقع نہ مل سکا، لیکن اسلیئے ذکر کرتا ہوں کہ یہ کتابیں ایسی ہیں جنہیں اگر ہم غور سے پڑھیں اور ان سے استفادہ کرنے کی کوشش کریں تو تعلیم کے موضوع پر جتنے بنیادی اہم اصول ہیں وہ سارے کے سارے میں سمجھتا ہوں کہ اس کے اندر مل جائینگے اور مزید تفسیر و تشریح کے لئے تو بہت بڑا میدان پڑا ہوا ہے۔ لیکن جب کوئی علم یا فن ابتداء میں ایجاد کیا جاتا ہے یا پہلی بار اس کی بنیاد رکھی جاتی ہے تو اس میں اصول ہی بیان ہوتے ہیں، پھر اس کی تفصیلات کرنیوالے بیشمار ہوتے ہیں ہر علم و فن کا یہی حال ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الرسالہ'' تحریر فرمایا اصول فقہ کی بنیادیں اس کے اندر ڈال دیں، آنیوالوں نے اس پر تفسیر و تخریج کا سلسلہ شروع کیا اور اصول فقہ کی عظیم کتابیں وجود میں آگئیں۔ لیکن سہرا آج بھی امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے سر ہوگا، اگرچہ بعد میں آنے والوں نے اس کو آگے بڑھا کر کہیں سے کہیں پہنچایا ہو۔ جن حضرات نے اس موضوع پر لکھا ان میں آپس میں ترتیب کیا ہے وہ مجھے یاد نہیں لیکن چار کتابیں مجھے یاد ہیں کیونکہ وہ میری نظر سے گذری ہیں۔

آداب علم کے موضوع پر پہلی کتاب

ایک کتاب تو علامہ عبدالکریم سمعانی رحمہ اللہ علیہ کی ''ادب الاملاء والاستملاء'' ہے۔ علامہ عبدالکریم سمعانی رحمۃ اللہ علیہ وہ بزرگ ہیں جو حدیث کے رجال کے امام ہیں اور جن کی انساب کے اوپر کتاب ہے ''الانساب للسمعانی'' اس سے زیادہ مستند کتاب کوئی اور نہیں، انہوں نے یہی چھوٹا سا ایک رسالہ لکھا ہے ''ادب الاملاء والاستملاء'' املاء سے مراد تعلیم ہے اور استملاء سے مراد تعلّم ہے، کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ حدیث میں طریقہ یہ ہوتا تھا کہ استاد احادیث املاء کرایا کرتا تھا اور طالبعلم وہ احادیث لکھا کرتے تھے، تو املاء یعنی احادیث لکھوانا اور استملاء یعنی احادیث استاد سے لیکر لکھنا، اسی کتاب میں علامہ سمعانی رحمہ اللہ علیہ نے لکھا ہوا ہے کہ حضرت علی ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں۔۔ صحیح عدد یاد نہیں رہا۔۔ ایک درس میں اتنی ہزار دواتیں شمار کی گئیں اور اس ہی میں کسی کا قول نقل کیا گیا ہے کہ علی ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ کا درس صبح کو اشراق کے بعد شروع ہوتا تھا تو اس درس

www.facebook.com/masimfarooq

میں مناسب جگہ پانے کے لئے طلباء ایک دن پہلے عصر سے جا کر بیٹھا کرتے تھے تب جا کر صحیح جگہ ملتی تھی، تو اتنی بڑی جماعتیں ہوتی تھیں، اس واسطے استاد جب بیان کرتا تو آواز سب کو پہنچتی نہیں تھی، اس لئے مناسب وقفوں پر لوگ بٹھا دئے جاتے تھے کہ جو کچھ استاد کہہ رہا ہے وہ اپنے بعد کے لوگوں کو دھرائیں ان کو بھی مملی کہا جاتا تھا تو امام سمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے **ادب الاملاء والاستملاء** میں یہ بتایا ہے کہ املاء کا ادب کیا ہے؟ یعنی تعلیم کا ادب کیا ہے؟ اور استملاء کا ادب کیا ہے؟ یعنی تعلم کا ادب کیا ہے؟ اور مجھے اس کتاب میں بعض وہ احادیث مرفوعہ ملیں جو اس سے پہلے یا اس کے بعد نظر سے نہیں گذریں۔ علامہ عبدالکریم سمعانی رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں سے ہیں جو حدیثیں اپنی سند سے بیان کرتے ہیں، یعنی وہ دوسروں کے حوالہ سے نقل نہیں کرتے بلکہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں سند بڑی لمبی چوڑی ہوتی ہے کیونکہ حضرتؒ کافی متاخر ہیں، اپنی سند سے انہوں نے احادیث روایت کی ہیں اور ایسی احادیث مرفوعہ روایت کی ہیں کہ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ کہیں اور نہیں ملیں، مثلاً یہ حدیث اسی میں نظر سے گذری کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کرام کے ساتھ مجلس میں بیٹھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی ممتاز جگہ نہیں ہوتی تھی جیسے کوئی کرسی یا کوئی تپائی جس کے اوپر آپ اونچے ہو کر بیٹھیں بلکہ ملے جلے بیٹھا کرتے تھے، لیکن جب صحابہ کرام کی تعداد زیادہ ہوگئی تو بعض صحابہ کرام نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ آپ بیٹھتے تو ہیں لیکن جو پیچھے لوگ بیٹھے ہوتے ہیں ان کو زیارت کا موقع نہیں ملتا اس لئے آپ ہمارے خاطر ایک چوکی بنوالیں، چوکی لئے اس میں لفظ عربی میں استعمال ہوا ہے دکان کا، اس دکان کے اوپر بیٹھ کر آپ خطاب فرمایا کریں چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دکان بنائی گئی اور اس کے اوپر آپ نے تشریف فرما ہو کر صحابہ کرام سے خطاب فرمانا شروع کیا۔ تو یہ بات کسی حدیث کی کتاب میں میری نظر سے نہیں گذری تھی، اس بات میں شبہ رہ جاتا کہ ایسا کرنا درست ہے یا نہیں ہے، لیکن اسی کتاب سے معلوم ہوا کہ اگر طلبہ یا سامعین کی بھلائی سے اور اس خیال سے کہ ان کو بات اچھی طرح پہنچ جائے اور ان کے لئے دلچسپی کا موجب ہو تو اگر کوئی معلم اس طریقے سے کرے تو اس کی اجازت ہے۔

www.facebook.com/masimfarooq

طلباء کے حلیے کی نگرانی

اس بات کو ذکر کرتے ہوئے کہ استاد کا کام صرف یہ نہیں ہے کہ وہ درس دیدے بلکہ استاد کا کام یہ بھی ہے کہ وہ طلبہ کے انداز، نشست وبرخاست، ان کے حلئے اور لباس سب چیزوں کی نگرانی کرے کہ اس میں بے قاعدگی تو نہیں۔ یہ اصول انہوں نے اسی ادب الاملاء والاستملاء میں بیان فرمایا اور استدلال کیا اس واقعہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب حاضر ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ ان کی موچھیں اور ڈاڑھی بڑھی ہوئی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تمہاری مونچھیں اور داڑھی بڑھی ہوئی ہیں اس حالت میں رہنا ٹھیک نہیں لہذا ایسا کرو کہ باہر جاؤ اور باہر جاکر فلاں جگہ پانی ہے یا حوض ہے وہاں جا کر اپنا چہرہ اس حوض میں دیکھو اور دیکھ کر اس مسواک کے ذریعہ اپنی مونچھیں درست کرو اور اپنی داڑھی درست کر کے آؤ تو وہ صاحب گئے اور جا کر اسی طرح اپنی مونچھیں اور داڑھی درست کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا "الیس ھذا احسن" تو اس قسم کے بہت سے واقعات واحادیث جو تعلیم وتربیت سے متعلق ہیں جو اور کتابوں کے اندر نظر سے نہیں گذرے علامہ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب کے اندر بیان فرمائے ہیں۔ یہ ہے تو ایک چھوٹا سا رسالہ لیکن اس کی خصوصیت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم وتربیت کی باتیں جو اصولی انداز کی ثابت ہیں اس کا انہوں نے بطور خاص ذکر فرمایا ہے۔

آداب علم سے متعلق دوسری کتاب

دوسری کتاب خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے "الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع" یہ کتاب دو ضخیم جلدوں میں چھپ گئی ہے۔ یہاں پر بھی راوی سے مراد استاد اور سامع سے مراد طالبعلم اور متعلم ہے، کیوں کہ علم حقیقت میں اس زمانہ میں حدیث ہی کو کہا جاتا تھا اور حقیقت میں دیکھا جائے تو ہے بھی علم وہی اور باقی سب تو فنون ہیں۔ اس واسطے استاد اور شاگرد کے لئے القاب جو وضع کئے جاتے وہ حدیث والے ہوتے تھے۔ اس کتاب میں بھی دونوں چیزیں جمع کی گئی ہیں کہ راوی کے کیا اخلاق ہونے چاہئیں؟ اور متعلم کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ اس کتاب میں خطیب بغدادی رحمۃ اللہ

www.facebook.com/masimfarooq

علیہ نے اپنے زمانے تک کے بڑے بڑے محدثین کے حالات بھی بیان فرمائے ہیں اور بہت گرانقدر معلومات جمع کی ہیں۔

آداب علم سے متعلق تیسری کتاب

تیسری کتاب علامہ ابن جماعۃ کنانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جس کا نام "تذکرۃ السامع والمتکلم فی ادب العالم والمتعلم" ہے۔ یہاں پر بھی متکلم سے مراد استاد اور سامع سے مراد شاگرد ہے۔ علامہ ابن جماعۃ کنانی رحمۃ اللہ علیہ بھی محدثین میں سے ہیں، ان کی کتاب میں بھی موضوع یہی ہے اور اس میں بھی احادیث مرفوعہ اور صحابہ وتابعین کے آثار سے تعلیم وتعلم کے آداب بیان فرمائے ہیں۔

آداب علم سے متعلق چوتھی کتاب

چوتھی کتاب آپ حضرات جانتے ہیں علامہ زرنوجی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم المتعلم ہے جو ہمارے یہاں داخل نصاب بھی ہے لیکن وہ ان سب سے بعد کی ہے، یہ تین کتابیں پہلے کی ہیں۔ یہ کتابیں خاص طور پر تعلیم وتعلم کے موضوع پر تحریر کی گئیں اور کم از کم میرے علم میں نہیں ہے کہ ان حضرات سے پہلے کسی اور قوم نے تعلیم وتعلم کو باقاعدہ موضوع بنا کر اس پر کلام کیا ہو، تعلیم وتعلم کے اصول وآداب کے بانی یہ حضرات ہیں یہ اور بات ہے کہ آگے پھر اس کی تفصیلات اور جزئیات جمع کی جاتی رہیں اور بات کہیں سے کہیں پہنچ گئی لیکن ہمارے اس دورہ تدریبیہ کے جتنے موضوعات ہیں ہر موضوع سے متعلق کچھ نہ کچھ ان کتابوں میں مل جائیگا تو خیال تھا کہ اگر کوئی موقع ملتا تو اس کو تھوڑا سا پڑھ کر اسی کی تذکیر ہو جاتی اسی کا تکرار ہو جاتا لیکن موقع نہیں ملا۔ ہم اگر اس کو اس نقطۂ نظر سے پڑھیں کہ اس میں جو چیز ہمارے مزاج ومذاق اور مقصد کی ہو اس کو اختیار کرلیں اور جو نہ ہو اس کو ترک کر دیں تو یہ مناسب بات ہے اور اس میں کوئی خرابی کی بات نہیں، اس واسطے یہ بھی خیال تھا کہ اگر موقع مل گیا تو کچھ کتابیں بھی منگوا کر دیکھ لیں گے لیکن وہ موقع تو ملے یا نہ ملے، لیکن اتنا ضرور ہے اس باہم مل بیٹھنے سے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ فائدہ عطا فرماتے ہیں اور یہ بھی اللہ والوں نے باتیں بتائی ہیں کہ مجمع کی برکات کا ایک دوسرے پر انعکاس ہوتا ہے، حضرت داؤد علیہ السلام کے تذکرہ میں یہ جو آیت کریمہ ہے کہ "اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ

www.facebook.com/masimfarooq

يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ،ص: ۱۸' کہ ہم نے داوٗدعلیہ السلام کے لئے پہاڑوں کو مسخر کردیا کہ وہ بھی صبح شام ان کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے تو ہمارے حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ نے بیان القرآن کے حاشیہ پراپنی کتاب "مسائل السلوک من کلام ملک الملوک" میں یہ سوال کیا کہ حضرت داوٗدعلیہ السلام پرانعام کے ذیل میں ذکر کیا جارہا ہے کہ ہم نے ان کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کردیا کہ وہ بھی ان کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے اچھا بھائی کرتے تھے تو ان کی تسبیح کرنے سے حضرت داوٗدعلیہ السلام کو کیا فائدہ پہنچا؟ تو اس کا جواب دیا کہ نعمت اس وجہ سے ہوئی کہ جب ذکر کرنے والے ایک سے زیادہ ہوں تو ذاکرین کی برکات کا ایک دوسرے پرانعکاس ہوتا ہے ،اس لئے پہاڑوں کو مسخر کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی برکات کا انعکاس بھی حضرت داوٗدعلیہ السلام پر ہوا اور پھر اس بات کو انعام کے ذیل میں ذکر فرمایا۔

ذکر کا ایک طریقہ

اس لئے صوفیاء کرام نے فرمایا ہے کہ ذکر کا ایک طریقہ ایسا ہے جس میں ذکر کرتے ہوئے یہ تصور کیا جاتا ہے کہ پوری کائنات ذکر کررہی ہے، یہ دیوار ذکر کررہی ہے، یہ پہاڑ ذکر کررہا ہے، یہ آسمان ذکر کررہا ہے، یہ زمین ذکر کررہی ہے، پوری کائنات ذکر کررہی ہے، یہ تصور کرکے ذکر کرتے ہیں تو اس کے اندر نشاط بڑھ جاتا ہے اور اس کی برکات میں اضافہ ہوجاتا ہے۔اس لئے بزرگوں نے فرمایا کہ اگر کسی مقصد کے تحت مل کر بیٹھ جائیں اور اللہ تبارک وتعالی سے ہدایت کے طلبگار رہوں تو آپس میں ایک دوسرے کی برکات کا انعکاس ہوتا ہے اور وہ فائدہ سے خالی نہیں ہوتا۔

اس نشست کے لئے جو موضوعات متعین کئے گئے ہیں وہ تو آپ حضرات کے سامنے ہیں ہی، لیکن ان سارے موضوعات اور سارے مضامین کی جو بنیاد ہے اس پر سب سے زیادہ توجہ کی ضرورت ہے اور اگر وہ درست ہوجائے تو سارے کام خود بخود درست ہوجاتے ہیں اور اگر وہ درست نہ ہو تو چاہے جزوی کام کا کوئی بھی طریقہ اختیار کرلیا جائے جب جڑ اور بنیاد درست نہیں ہوتی تو کام خود بخود خراب ہوتے چلے جاتے ہیں۔فارسی کا شعر ہے:

www.facebook.com/masimfarooq

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

معمار جب پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھتا ہے تو وہ دیوار ثریا تک ٹیڑھی چلی جاتی ہے۔

مقصد کا استحضار ضروری ہے

بزرگوں سے یہ بات ہمیشہ سنی ہے کہ تعلیم و تعلم کی بنیاد مقصد کا سامنے ہونا، مقصد کا استحضار اور مقصد کی لگن ہے، تعلیم و تعلم کا مقصد کیا ہے اور کیوں یہ محنت کی جارہی ہے؟ اس کا استحضار اور اس کی لگن، تعلیم و تعلم کی بنیاد ہے، مقصد کا علم تو الحمد للہ ہے لیکن علم صرف علم کی حد تک کافی نہیں، بلکہ اس کا استحضار ہو اور استحضار کے ساتھ ساتھ یہ لگن اور دُھن ہو کہ مجھے یہ کام کرنا ہے۔ اگر کسی آدمی کو تعلیم و تعلّم کے طریقے نہ بھی آتے ہوں تو بھی یہ دھن اور لگن بہت سے طریقے خود بخود سکھلا دیتی ہے، ضرورت ایجاد کی ماں ہے اگر کسی شخص کے دل میں اللہ تبارک و تعالی کسی کام کی دھن پیدا فرمادے تو وہ دھن درحقیقت خود مناہج بھی سکھا دیتی ہے وہ طریقوں کی بھی تعلیم دیتی ہے پھر لمبے چوڑے فلسفوں کی احتیاج نہیں رہتی، لیکن اس کا کام ایسا ہوتا ہے کہ جس کے نتیجے میں تمام مقاصد حاصل ہوتے چلے جاتے ہیں اور خدانہ کرے یہ دھن اور استحضار نہ ہو تو ہزار اس کے کاموں کو قواعد و ضوابط میں جکڑ دیجئے ہزار اس کے لئے طریقے وضع کر لیجئے، اس کے لئے تدریسی کورس وضع کر لیجئے، اس کے لئے رجسٹر حاضری بنا لیجئے، اس کے لئے مقدار خواندگی کے لکھنے کے خانے تجویز کر دیجئے لیکن اگر دل میں دھن اور لگن اور اپنے سامنے مقصد مستحضر نہیں ہے تو یہ ساری باتیں محض بے کار ہو کر رہ جائیں گی اور مقصد حاصل نہیں ہوگا۔

حضرت شیخ الادبؒ کی لگن

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب قدس سرہ جن کے حاشیے پڑھ پڑھ کر ہم نے تعلیم حاصل کی بھی ہے اور دی بھی ہے، سب کی گردنیں ان کے احسانات کے آگے جھکی ہوئی ہیں۔ میں نے اپنے والد ماجد قدس اللہ سرہ سے حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں سنا، فرماتے تھے کہ وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ جب میں نے دورۂ حدیث کی تکمیل کی تو میری استعداد بہت ناقص تھی اتنی ناقص تھی کہ

www.facebook.com/masimfarooq

مطالعہ کرنے کی صلاحیت بھی پوری طرح پیدا نہیں ہوئی تھی مزید یہ کہ حافظہ بھی کمزور تھا، آپ حضرات جانتے ہیں کہ دارالعلوم میں اس وقت اپنی استعداد کی کمزوری کو دور کرنے کے لئے یا مدرس بننے کے لئے تدریب کا تو کوئی انتظام تھا نہیں، لیکن معین المدرسین بنا دیا گیا۔ معین المدرسین اس زمانے میں ایک مستقل منصب ہوا کرتا تھا۔

ہمارے حضرت والد صاحب قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک تخت کسی استاد کے ساتھ لگا دیا جاتا تھا، اس پر وہ استاذ بیٹھ جاتا تھا جسے معین المدرسین بنایا جاتا تھا تاکہ اسے استاد کیساتھ رہ کر پڑھنے اور پڑھانے کا تجربہ اور سلیقہ آجائے۔ دارالعلوم دیوبند میں پہلے آدمی معین المدرسین مقرر ہوتا تھا بعد میں مدرس بن جاتا تھا۔ ہمارے حضرت والد صاحب قدس اللہ سرہ کو بھی ابتداء میں معین المدرسین بنایا گیا تھا۔

حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آتا جاتا کچھ تھا نہیں یعنی استعداد تھی نہیں اور حافظہ بھی کمزور تھا، لیکن بزرگوں نے کام پر لگا دیا اور دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ دھن پیدا کر دی کہ یہ کام کرنا ہے تو فرماتے تھے کہ میں اس زمانے میں بلا مبالغہ ساری ساری رات بغیر کسی استثناء کے مطالعہ کرتا تھا اور چونکہ حافظہ کمزور تھا اور بھول جایا کرتا تھا، اس واسطے جو کچھ مطالعہ کرتا ساری رات اس کو لکھنے میں گذارتا تھا اور لکھ لکھ کر یاد کرتا تھا، یہ سب کرنے کے بعد میں اس قابل ہوتا تھا کہ سبق پڑھاؤں، فرمایا کہ بعض اوقات کئی کئی دن اس طرح گذر جاتے تھے کہ اس پورے عرصہ میں آنکھ جھپکی بھی نہیں تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہی کو شیخ الادب بنایا اور وہ ایسے مدرس بنے کہ مدرسوں کے استاد اور مدرس بنانے والے، دارالعلوم دیوبند کے فضلاء میں تدریس میں کوئی شخص آپ کو ایسا نہیں ملے گا جس نے ان سے درس نہ لیا ہو، وہ ان کا ذکر محبت وعقیدت کے ساتھ نہ کرتا ہو اور ان کے درس کو یاد نہ کرتا ہو، حالانکہ اپنے بزرگوں اور اساتذہ سے یہ سنا ہے کہ ان کا معمول یہ تھا کہ ایک منٹ ادھر ادھر نہ ہوتا تھا، گھنٹہ بجنے سے پہلے وہ درسگاہ میں موجود ہوتے تھے اور کبھی گھنٹہ ختم ہونے سے پہلے ان کا درس ختم نہیں ہوتا تھا، پورا وقت اہتمام کیساتھ دیتے تھے اور درس کے اندر اور درس کے باہر طلبہ کی نگرانی بھی بڑی کڑی کیا کرتے تھے۔ یہ ساری باتیں تھیں لیکن اسکے باوجود طلبہ ان سے

www.facebook.com/masimfarooq

عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔

حضرت والد صاحب قدس اللہ سرہ حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات نقل کرنے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ اصل چیز ہے دھن اور دھیان ۔ یہ دھن اگر لگ جائے تو یہ طریقے بھی سکھا دیتی ہے، ٹریننگ بھی دیدیتی ہے اور ہر چیز ہر ضرورت مہیا کردیتی ہے اور آدمی خود ہی راستے نکال لیتا ہے۔ حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

آب کم جو تشنگی آور بدست

آب ہمیں جوشد از بالا و پست

پانی کم تلاش کرو تشنگی پیدا کرو جس دن تشنگی پیدا ہوگئی اور جس دن یہ دھن لگ گئی تو پھر اوپر نیچے ہر طرف سے پانی ابلتا ہے۔

تو اس سارے کام کی بنیاد اور جڑ درحقیقت مقصد کا استحضار، اس کی دھن اور اس کی لگن ہے اللہ تبارک وتعالی اپنے فضل وکرم سے ہمارے اندر یہ دھن پیدا فرمادے تو سارے کام درست ہوجائیں اگر یہ نہ ہو تو ہزار قاعدے اور ضابطے بنا لیجئے اُن کا فائدہ نہیں ہوتا۔

علیگڑھ یونیورسٹی میں جماعت کے اہتمام کی کوشش

میرے والد ماجد قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ جب علیگڑھ یونیورسٹی قائم ہوئی تو یہ اعتراض بھی تھا کہ یہ انگریزی تعلیم کی طرف جارہے ہیں اس وجہ سے لوگ دین سے برگشتہ ہوجائیں گے ،اس واسطے اس میں اس بات کا اہتمام کیا گیا تھا کہ طلبہ کو نماز باجماعت کی پابندی کرائیں گے تو اس کے لئے یہ قانون وضع کیا گیا کہ مسجد کے اندر جماعت میں شامل ہونے والے لوگوں کی حاضری لی جائیگی ،اب یہ کسی دینی مدرسہ میں بھی نہیں ہوتا لیکن وہاں مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں یہ قانون بنایا گیا ،اور جو آدمی غیر حاضر پایا جائیگا اس کے اوپر جرمانہ عائد ہوگا، جرمانہ اس زمانہ کے لحاظ سے آٹھ آنے رکھا گیا تھا اور یہ اس زمانے کے لحاظ سے بہت بڑا جرمانہ تھا، لیکن فرماتے ہیں کہ رفتہ رفتہ ہوا یہ کہ بہت سے طلبہ مہینے بھر کا جرمانہ پیشگی جمع کرادیا کرتے تھے کہ لو بھائی یہ جرمانہ رکھا ہے اب غیر حاضری لگاتے رہو۔ تو اگر دل میں جذبہ، دھیان اور لگن نہ ہو تو کتنے ہی

www.facebook.com/masimfarooq

ضابطے اور قاعدے بنالئے جائیں سب بیکار ہیں اور اگر اللہ تبارک وتعالی مقصد کی دھن عطا فرمادیں تو ضابطے اتنے زیادہ نہ بھی ہوں تو بھی کام چل جاتا ہے۔

دارالعلوم دیوبند میں احساسِ ذمہ داری

دارالعلوم دیوبند کا ابتدائی دور جو اکابر کا ہے وہ درحقیقت ہمارے لئے ایک مثال ہے کہ اس میں کس طریقے سے احساس ذمہ داری، طلبہ کو درست رکھنے کی فکر اور علم کی طلب اور لوگوں تک پہنچانے کی فکر اساتذہ کرام کے اندر ہوتی تھی اور اس کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالی نے یہ علم وفضل کے پہاڑ پیدا فرمائے، اس میں کوئی تربیتی کورس اور اس بات کا باقاعدہ اہتمام نہیں تھا کہ اساتذہ کی تربیت کی جائے، لیکن وہی بات کہ دل میں آخرت کی فکر، اللہ تبارک وتعالی کے سامنے جواب دہ ہونے کا احساس اور اپنے مقصد کی لگن کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی تھی، اس کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالی نے ان سے وہ کام لیا کہ دنیا آج اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

عملی طور پر مقصد کا استحضار ضروری ہے

تو سب سے بنیادی چیز جس کے اوپر ساری فروع متفرع ہوتی ہیں وہ یہ مقصد ہے، لیکن ہو یہ رہا ہے کہ ہم نے علم اور نظریہ کی حد تک تو بیشک اس کو اپنا مقصد قرار دیا ہوا ہے، کوئی اگر ہم سے پوچھے کہ بھائی کیوں تعلیم دے رہے ہو تو اس کا جواب ہمارے پاس لفظی اور نظریاتی طور پر موجود ہے اور وہ یہ کہ علم دین کو پہنچانا ہے جس کا مقصد اللہ تبارک وتعالی کی رضا کا حصول ہے، ہم لفظی اور نظریاتی طور پر یہ بات جانتے بھی ہیں اور کہتے بھی ہیں، لیکن عملی زندگی میں ہوتا یہ ہے کہ جب ایک کام کرتے کرتے ایک معمول بن جاتا ہے تو پھر اس مقصد کا استحضار باقی نہیں رہتا اور وہ ایک رسمی خانہ پُری ہو کر رہ جاتا ہے اور وہ مقصد ذہن سے اوجھل ہو جاتا ہے کہ ہم کس لئے پڑھا رہے ہیں اور کیا ہمارا مقصود ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ طرح طرح کے خیالات اور طرح طرح کے عوامل انسان کے ذہن کے اوپر قبضہ جمانا شروع کر دیتے ہیں اس میں اللہ بجائے اپنی تعلیؔ کا اور اپنے علم کو جتانے کا جذبہ اور نام ونمود کا شوق پیدا ہو جاتا ہے، اس میں بعض اوقات مالی مفادات کے خیالات داخل ہو جاتے ہیں جو اس مقصد کے تقدس کو مکدر کر دیتے

www.facebook.com/masimfarooq

ہیں اور تدریس کے نتیجے میں جو برکت، نور اور فائدہ ہونا چاہئے تھا وہ باقی نہیں رہتا۔ آج ہماری تدریس میں وہ برکات کیوں پیدا نہیں ہوتیں جو ان حضرات میں تھیں وجہ اس کی یہی ہے کہ مقصد نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا غلام رسول ہزاروی صاحبؒ کا واقعہ

میرے والد ماجد قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ دارالعلوم دیوبند کے ایک استاد تھے حضرت مولانا غلام رسول صاحب ہزاروی قدس اللہ سرہ۔ دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا رسول خان صاحب تھے جو معقولات میں مشہور تھے وہ ان کے بھی استاد تھے اور وہ بھی معقولات میں زیادہ مشہور تھے، وہ بالکل سیدھے سادھے بزرگ تھے اور ان کی زبان بھی صاف نہیں تھی، سمجھنے میں دشواری پیدا ہوتی تھی، اگرچہ دیوبند میں رہنے کی وجہ سے ان کو اردو خاصی آ گئی تھی ۔اردو کی لغات انہوں نے باقاعدہ اہتمام کر کے یاد کی تھیں، بلکہ والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ پھر وہ یہ بھی کہنے لگے تھے کہ بھائی میں تو اردو زبان کے جو اچھے خاصے اہل زبان ہیں ان سے بھی زیادہ اردو لغات جانتا ہوں ،اردو کی کوئی بھی مشکل لغت میرے سامنے لاؤ میں اس کے معنی بتادونگا اور انہی سے کسی نے امتحاناً پوچھ لیا کہ اچھا حضرت آپ فرماتے ہیں کہ مجھے اردو زبان کا ہر لفظ آتا ہے تو یہ بتائیے کہ یہ جو محاورہ اردو میں مشہور ہے ''کریلا اور نیم چڑھا'' اس کے کیا معنی ہیں؟ تو وہ اچھی طرح غور کرنے کے بعد کہنے لگے کہ بھائی یوں سمجھ میں آتا ہے کہ معنی یہ ہے کہ کریلا ایک تو ویسے ہی کڑوا ہوتا ہے اور نیم چڑھا کے معنی یہ ہیں کہ آدھا پکایا ہو، اکیونکہ نیم کے معنی آدھے کے ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ دیگ چڑھادی یا دیگچی چڑھادی تو اس کے معنی ہے آدھا پکایا ہوا حالانکہ اس محاورہ کا مطلب یہ نہیں ہے تو اردو کے الفاظ اگرچہ سیکھ لئے تھے، لیکن زبان جب بولتے تھے تو صاف نہیں ہوتی تھی اور جملوں کے اندر سمجھنے میں دشواری ہوتی تھی، لیکن اللہ تبارک وتعالی نے مقصد کی وہ لگن اور دھن عطا فرمائی تھی کہ ایک طالب علم کو اسی ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں سیراب کرتے تھے تو اگر اللہ تبارک وتعالی یہ عطا فرمادے تو یہ ہے اصل حاصل کرنے کی چیز۔

www.facebook.com/masimfarooq

مقصد کے استحضار کا طریقہ

اپنے والد صاحب قدس اللہ سرہ سے مقصد کے استحضار کے سلسلے میں جو بات سنی ہے اور اس کا تجربہ بھی کیا ہے یہ ہے کہ اس مقصد کے استحضار اور اس دھن کو باقی رکھنے کا سب سے مؤثر ذریعہ یہ ہے کہ ان دھن والوں کے تذکرے اور ان کی باتیں کثرت سے پڑھی اور سنی جائیں اور ان کو کثرت سے یاد رکھا جائے۔ یہ سارے حضرات جو ہمارے گذرے ہیں ان میں سے ایک ایک کی بات نور سے بھری ہوئی ہے اور آپ تجربہ کر لیجئے کہ ہزار وعظ ایک طرف اور ان بزرگوں کا ایک واقعہ ایک طرف۔ ایک واقعہ اگر سامنے آجائے تو وہ انسان کے دل کی دنیا بدل دے، تو میرے نزدیک سب سے پہلا کام جو مقصد کے سلسلے میں ہے وہ یہ ہے کہ ان بزرگوں کے واقعات کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا جائے۔ افسوس یہ ہے کہ اب ہم ان سے دور ہوتے چلے جارہے ہیں اگر ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں اور ہر شخص اپنا جائزہ لے تو حضرت نانوتوی قدس اللہ سرہ سے لے کر اپنے ان بزرگوں تک جن کی اللہ تعالی نے زیارت کی توفیق نصیب عطا فرمائی ان سب حضرات کے اور ان کے بعد کے حضرات کے حالات سے اب اساتذہ بھی ناواقف ہیں، ابھی میں نے دورۂ حدیث کے سبق میں ایک دن پوچھ لیا کہ بھائی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جانتے ہو کہ کون تھے؟ تو طلبہ نے کہا کہ جی ہاں جانتے ہیں میں نے کہا کون تھے؟ کہنے لگے دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث تھے۔ طلبہ کا تو یہ حال ہے ہی لیکن اساتذہ میں بھی اب صورت حال یہ ہے کہ ان بزرگوں کو صحیح طریقے سے جاننے والے بہت کم ہوتے جارہے ہیں تو اس کی تجدید کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالی درجات بلند فرمائے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے کہ انہوں نے اپنی آپ بیتی میں ان سب بزرگوں کے حالات بہت تفصیل کے ساتھ اور بڑے دلچسپ انداز میں بیان فرمائے ہیں، ان حضرات کی سوانح پڑھیں، ارواح ثلثہ کا مطالعہ کریں اور اس طریقے سے ان بزرگوں کے تذکروں سے ان شاء اللہ رفتہ رفتہ یہ دھن اور لگن بھی اللہ تبارک وتعالی کی رحمت سے امید ہے کہ منتقل ہو جائیگی۔

تعلیم کا اصل مقصود نہ اپنی فضیلت جتانا ہے، نہ اپنے علم کا اظہار کرنا ہے اور نہ اپنے لئے تنخواہ کا بندوبست کرنا ہے، یہ تنخواہ تو بقول حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ کے اگر نیت صحیح ہو تو نفقہ ہے اور نیت یہ

www.facebook.com/masimfarooq

رکھے کہ اللہ تبارک وتعالی کا انعام وکرم ہے کہ اس نے اس کام میں لگا دیا ورنہ معیشت کے بے شمار شعبے تھے، لیکن اللہ تبارک وتعالی نے اس میں لگا دیا اور یہ قوم ہمارے پاس بھیج دی۔

تبلیغی جماعت سے سیکھنے کا ایک سبق

میرے والد ماجد قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو تبلیغی جماعت سے سبق حاصل کرو کہ کس طریقے سے وہ ایک شہر سے دوسرے شہر محنتیں اٹھا کر لوگوں کو تبلیغ کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالی نے تمہارے واسطے یہ کھیپ تمہارے گھر پر پہنچا دی، لوگ جا کر منتیں کر کر کے دوسروں تک بات پہنچاتے ہیں اور تمہارے پاس اللہ تبارک وتعالی نے وہ قوم بھیج دی کہ تمہیں اس کو تبلیغ کرنے کے لئے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ تمہارے دروازے پر موجود ہے اور اسی سے تمہارا رزق وابستہ کر دیا اور یہ منہ کھولے بیٹھے ہیں اور تمہارا احسان ماننے کو تیار ہیں۔

تو اگر یہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ اس قوم کو بنانا ہے، جو اللہ تبارک وتعالی نے ہمیں امانت کے طور پر عطا فرمائی ہے اس کے علم، عمل، تزکیے اور اس کی اصلاح کی فکر کرنی ہے تو یہ دھن انشاء اللہ تعالی بہت کچھ طریقے خود بخود سکھا دیگی۔ یہ جتنے ماہرین تعلیم ہیں خواہ وہ قدیم ہوں یا جدید وہ حضرات ہوں جن کا میں نے نام لیا یا نئے ماہرین تعلیم ہوں انہوں نے جو قواعد وضع کئے ہیں اس بارے میں ان پر کوئی وحی تو نازل نہیں ہوئی تھی بلکہ یہ قواعد انہوں نے اپنے تجربات کی روشنی میں وضع کئے ہیں۔ یہ تجربات کیسے ہوئے؟ محض دھن اور لگن کی وجہ سے۔ جس کو یہ دھن لگی جس کے دل میں یہ لگن پیدا ہوئی کہ میں اس علم کو پہنچاؤں اور پھیلاؤں اور دوسرے کے سینے میں اتار دوں اس دھن نے ہی وہ اصول سکھائے اس لگن نے ہی ان کو وہ طریقے بتائے تو اگر یہ دھن کسی دوسرے انسان کو وہ طریقے بتا سکتی ہے تو ہمیں بھی بتا سکتی ہے اور وہ دھن اللہ تبارک وتعالی ہم میں پیدا فرما دے تو اس کے ذریعے یہ طریقے خود بخود سامنے آجاتے ہیں دار العلوم اور مظاہر العلوم کے کتنے اساتذۂ کرام کے حالات آپ سنتے رہے ہونگے کہ ہر ایک کا طریقۂ تدریس الگ، اسلوب الگ، ایک کا طریقہ طلباء کے ساتھ معاملہ کرنے کا کچھ ہے دوسرے کا کچھ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی دھن اور مقصد کی لگن نے طلبہ کے سینے میں بات اتارنے کے لئے ایک کو ایک طریقہ سمجھایا اور دوسرے کو دوسرے

www.facebook.com/masimfarooq

طریقہ سمجھایا ان کو وہ طریقہ درست معلوم ہوا ان کو یہ طریقہ درست معلوم ہوا، اُس نے اِس کو اختیار کیا اور اِس نے اُس کو اختیار کیا۔

وعظ کہنے کا حق کس کو ہے؟

تو آج کی گفتگو میں سب سے بڑی بات جو میں عرض کرنا چاہتا تھا اور جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کر دیا تھا کہ بات محض تکرار و تذکیر کی غرض سے عرض کرنا چاہتا تھا، پہلا مخاطب اس کا اپنا نفس ہی ہے کہ سب سے مقدم چیز یہ ہے کہ ہم اپنے مقصدِ تعلیم کو سمجھیں اور نہ صرف سمجھیں بلکہ اس کو مستحضر رکھنے کی کوشش کریں اور اس کی لگن اور دھن اپنے دل میں پیدا کریں، لگن کیسے پیدا ہوتی ہے لگن کس چیز کا نام ہے؟ لگن در حقیقت اس چیز کا نام ہے کہ جب تک وہ چیز جس کی لگن ہے حاصل نہ ہو جائے انسان کو چین نہ آئے۔ حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ وعظ کہنے کا حق اس شخص کو پہنچتا ہے جس کے لئے وعظ و نصیحت کی لگن اس طرح ہو جائے جس طرح اس کی حوائج ضروریہ، طبعی حاجات کہ جب تک انسان طبعی حاجات پوری نہ کرلے اس وقت تک اُسے چین نہیں آتا مثلاً بھوک لگ رہی ہے تو جب تک کھانا نہیں کھالے گا چین نہیں آئیگا، پیاس لگ رہی ہے جب تک پانی نہیں پی لے گا چین نہیں آئیگا، اسی طرح جب تک وعظ و نصیحت اور تبلیغ و دعوت انسان کے حوائج ضروریہ میں شامل نہ ہو جائیں اس وقت تک اس کا وعظ موثر نہیں ہوگا۔ آگے مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کی مثال حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ ہیں کہ ان کے دل میں اللہ تبارک وتعالی نے دعوت و تبلیغ کا جذبہ ایسے پیدا فرما دیا تھا جیسے حوائج ضروریہ، کہ اس کے بغیر چین نہیں آتا تھا۔

جب تک ہمارے دلوں میں یہ بات پیدا نہیں ہوتی کہ ہم اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اتنے بے تاب ہوں کہ جب تک وہ حاصل نہ ہو چین نہ آئے، چلتے پھرتے خیالات بھی اسی کے ہوں، رات کو آدمی سو رہا ہو تو خواب کے اندر بھی وہی چیز دکھائی دے اور اپنے ذاتی کام کے اندر آدمی لگا ہوا ہے تو اس وقت بھی ذہن کے اندر یہی سوار رہے، جب تک یہ دھن پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک مقصد حاصل نہیں ہوتا اس وقت تک اسے لگن نہیں کہہ سکتے محض علمی اور نظریاتی طور پر اس طرح کی باتیں کر لینا کافی

www.facebook.com/masimfarooq

نہیں اور یہ پیدا اسی طرح ہوگی کہ ہم بزرگوں کے طریقۂ کار کو پڑھیں اور سوچیں اور اس کو حرز جان بنائیں اس کو اپنے ورد میں شامل کریں تو ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ یہ چیز رفتہ رفتہ پیدا ہو جائے گی۔ چراغ سے چراغ جلتا ہے اللہ تبارک وتعالی اسی کے اندر برکت عطا فرمائینگے اور جب اس کا کوئی حصہ حاصل ہو گیا ان شاء اللہ آپ کو اس کے نتائج نظر آئینگے۔

جاری ہے.........